

## بحث و نظر

# ملتِ ابراہیمی اور اسلام

ڈاکٹر محمد صنی اللہ اسلام ندوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی توحید، خدا پرستی اور اطاعتِ الہی سے مبارک ہے۔ اس وقت کامعاشرہ شرک کی آلو دیگوں میں لٹ پتھا۔ آپ نے توحید کی صدابند کی شرک اور منظاہر پرستی سے اپنی برادت کا اعلان کیا اور اپنی قوم کو اللہ واحد کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ فرضیہ معمضی تصرف یہ کہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک انجام دیتے رہے بلکہ آپ نے اپنی اولاد کو بھی اس کے لیے تیار کیا کہ وہ ان کے بعد اس مشن کو جاری رکھ سکیں اور تشتگانِ حق و صداقت کی پیاس بجا سکیں۔ آپ کی کوششتوں سے دعوتِ توحید کو ایسا نہیاں اور امتیازی حیثیت مل گئی کہ آپ کے بعد بھی جو جا ہے اس کی طرف رجوع ہو سکے اور اس کے سائیں عاطفت میں جگہ پا سکے۔ ارشاد باری ہے:-

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ  
يَا دَكْرُ وَهُوَ وَقْتُ جَبِيلَهُ  
أَنْتَ بَآپِي أَوْ رَبِّي قَوْمٌ سَّمَّا  
أَنْتَ بَآپِي كَرَتَهُ بِهِ مَنَانٌ  
تَعْبُدُونَ هُنَّا لِلَّهِ الَّذِي فَطَرَنِي  
كُوئِيْ تَعْلَمَ نَهِيْسٌ مِيرَاعْلَمَنِيْ  
فِيَانَهُ سَيِّهَدِينِ هُوَ وَجَعَلَهَا  
كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِيْدَهِ لَعَلَّهُمْ  
يَوْجِعُونَ  
(الزمر: ۲۶-۲۸)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے درمیان توحید

کا اعلان کیا اور شرک سے بارہت نظاہر کی۔ انہوں نے اپنے قول و عمل اور تعلیم و تنکیر سے اپنے اس اعلان برادرت کو ایک پانیدار روایت کی حیثیت دے دی تاکہ بد کے لوگوں کے قدم جب بھی راہ راست سے ذرا ہمیں، یہ کلمات کی بہتانی کے لیے موجود رہے۔

حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو بھی صراحت سے تاکید کی کہ وہ اللہ کے دین پر قائم رہیں اور جیسے ہی اس سے سرو اخراجات نہ کریں۔

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمَ بْنَهُ  
وَنَدِقُورِبَيْ يَا تَبَّيَّ إِنَّ اللَّهَ  
أَطْعَمُ فِكْرَمُكُمُ الْجَنَّاتِ فَلَا  
تَشْوِقُنَّ أَلَا وَانْتَمْ مُسْلِمُونَ  
(البقرة: ١٤٣)

اس آیت میں حضرت ابراہیم کی کس صحت کی طرف اشارہ ہے؟ اس سلسلہ مفرفین سے دو اقوال منقول ہیں: ایک یہ کہ گزشتہ آیت (البقرہ۔ ۱۳۱) میں یہ مذکور ہے کہ جب انہی تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا لہ مسلم بوجا تو انہوں نے قوام عذر کی عمل کی اور اس کے سامنے سرتیلم خرم کر دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو بھی ایسے ہی اخلاص اور عکل اطاعت و سراگمندگی کا حکم دیا تھا۔ آیت میں ضمیر (ھا) کا مرتعج کوئی تین نظم تین بلکہ پوری بات ہے دوسرا قول یہ ہے کہ گزشتہ سے پیوست آیت (ابراهیم۔ ۱۴۰) میں نملت ابراہیم، کاتند کر کے ہوا کی ضمیر اسی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو اپنی ملت کے ایسا عرض کا حکم دیا تھا۔

سلہ امام ہری اور رجمندی نے اول الذرقوال کو اختراکیا ہے۔ تفسیر جامع ابیان۔ واللعارف صفر ۱۳۲۰ء میں، مکافات، مصطلح ایالی اعلیٰ و اولادہ ۱۳۲۱ء این کیٹھر جیفاوی اور بازی و فرد نے دھن احوال ذرکر کیے ہیں، اپنہ رازی نے قافی (ذریعہ الجیل) کے حوالے سے موخر الذرقوال کو راجح قرار دیا ہے اور اس کے وجود ترجیح ذرکر کیے ہیں۔ انھوں نے لفظ و معنی کے استعمال میں مستوجب نہ ہے

ملتِ ابراہیمی اور انبیاء کے بنی اسرائیل

حضرت ابراہیمؑ کے بعد، آپ پرایاں لانے والے آپ کی ملت پر عمل پیرا رہے اور آپ کی نسل نے بھی اس امانت کو حرز جان بنانے رکھا۔ وہ خود بھی توحید پر مصوبیٰ سے قائم رہے اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اسی کی وصیت کرتے رہے۔

گزشتہ آیت (البقرہ: ۱۳۲) میں صراحت ہے کہ توحید پر قائم رہنے اور صرف اللہ کے سامنے سرچھکانے کی جو وصیت حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو کی تھی وہی وصیت ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کو کی تھی۔ اس کی مزید تفصیل اگلی آیت میں مذکور ہے:

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے  
 جب یعقوب اس دنیا سے رخصت  
 ہو رہا تھا؟ اس نے مرتبے وقت  
 اپنے بیٹوں سے پوچھا: میرے بعد  
 تم کس کی بندگی کرو گے؟ ان سب  
 جواب دیا "بم اسی ایک خدا کی بندگی  
 کریں گے جسے آپ نے اور آپ  
 کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور احیا  
 نے خدا ناکے او بم اسی کے علمیں۔"

اس آیت سے نہ صرف یہ کہ اولاد یعقوب کے توحید پر قائم رہنے کے غرض کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس میں اس کی بھی صراحت موجود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد ان کی اولاد - حضرت اسماعیلؑ اور حضرت احیاؑ - بھی اس پر قائمؑ اور اس کی داعی رہی - افسوس کر یہود کے صحیفے اس اہم تاریخی واقعہ کے تذکرہ سے خاموش ہیں۔

= کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے تفیر ابن کثیر، المکتبۃ التجاریۃ البکری، مصر ۱۹۳۴ء، تفسیر عظاوی

كتاب خاتمة دراسة دليبلد ١٠٨ تفسير كسر المطية العاشرة مصر ١٥١٣ / ١٩٣

البتہ ان کی بعض تاریخی کتابوں میں اس کی صراحت ملتی ہے۔ گنرگ کی قصص یہودیں حضرت اسماق کے بارے میں ہے:

”جب اسماق نے دیکھا کہ ان کا وقت موعود آپنی تو انہوں نے اپنے دولوں بیٹوں کو اپنے پاس بایا اور کہا کہ میں ممکن خدا ہے تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس کی صفات علی، عظیم، قوم، عزیز ہیں اور آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر شے کا خالق ہے کہ تم خوف اسی کا کرنا۔ اور عبادت اسی کی کرنا۔ لہ“

اور حضرت یعقوب کے بارے میں اس میں یہ صراحت ملتی ہے:

”یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا۔۔۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم میں سے کوئی بت پرستی کامیلان رکھتا ہے۔۔۔ اس کے جواب میں بارہ بیٹوں نے کہا۔۔۔ سن۔۔۔ اے اسرائیل۔۔۔ اے ہمارے رب۔۔۔ ہمارا خدا ہی خدا ہے لمزیل ہے جس طرح تیرادی ایمان ایک خدا پر ہے اسی طرح ہم سب کا دلی ایمان ایک خدا پر ہے۔۔۔ لہ“

حضرت یعقوب کے بعد ان کے صاحبو اسے حضرت یوسف ملت ابراہیم کی اتباع کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔ جیل میں جب ان کے سامنے دو قیدیوں نے اپنے خواب بیان کر کے ان کی تحریر جانا چاہی تو انہیں ان کے سامنے توحید کی دعوت پیش کرنے کا مناسب موقع ہاتھ آیا اس وقت انہوں نے فرمایا۔

اَنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قُوْمٍ لَّا  
وَاتَّعِرْ بِهِ كُمْ نَهْنَ نَهْنَ الْغُلُوْنَ كَا  
لُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْأَخِرَةِ  
طَرَقُهُمُوْرُكُجُو اللَّهُ پِرْ ایمان نہیں لالتے اور  
هُمْ كَافِرُوْنَ وَابْيَعْتُ مِلَّةَ  
آخِرَتْ کا انکار کرتے ہیں۔ اپنے بزرگوں،  
اَبَايِ اِبْرَاهِیْمَ وَاسْحَاقَ  
ابراہیم، اسماق اور یعقوب کا طریقہ اختیار کیا

لہ گنرگ، قصص یہود ۳۱۶/۱، بحوالہ عبدالمadjد دریابادی۔ تفسیر قرآن (تفسیر ماجدی) مجلس تحقیقات و نشریات

اسلام لکھنوطیبع اول ۱۹۹۵ء/۱۲۵۸

لہ گنرگ، قصص یہود ۱۴۱/۲، بحوالہ سابق امر ۲۵۶، ۱۹۳

وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِدَ  
هے۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اندر کے  
بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ  
ساتھ کسی کو شرکیں ٹھہرائیں۔ درحقیقت  
عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ إِلَّا كَمْ يَرَى  
یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں  
لَا يَسْكُونَ (یوسف: ۳۲-۳۴) پر مگر ان لوگ شکر نہیں کرتے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی ذریت ملت ابراہیم پر علی پیر اڑی۔ ان کے بیٹے اسماق، پوتے یعقوب اور پوتے یوسف سب اسی ملت کی اتباع کرنے والے اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دینے والے تھے۔ بعد میں بھی جوانبیار بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے انہوں نے توحید کی دعوت دی، ہشک اور دیگر معصیتوں میں متلا ہونے سے ڈرایا اور ملت ابراہیم اختیار کرنے کی تاکید کی۔ وہ اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے یا اللہ سے دعا کرتے تو "ابراہیم، اضحاق اور یعقوب کا خدا" کہ کر لپکارتے تھے۔ مثلاً بابل میں حضرت موسیٰ کے بارے میں ہے:

"پھر خدا نے موسیٰ سے یہ بھی کہا کہ تو بھی اسرائیل سے یوں کہنا کہ خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابراہیم کے خدا اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ایدے کے میرا بھی نام ہے اور سب نسلوں میں اسی سے میرا ذکر ہو گا۔ جا کر اسرائیل بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر اور ان کو کہہ کر خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابراہیم اور اضحاق اور یعقوب کے خدا نے مجھے دکھانی دے کر یہ کہا ہے کہ میں نے تم کو بھی اور جو کچھ پڑتا تو تمہارے ساتھ مفریں کیا جا رہا ہے اسے بھی خوب دیکھا ہے۔"

ایلیانی کی دعائیوں مذکور ہے:

"اور شام کی قربانی چڑھانے کے وقت ایلیانی نزدیک آیا اور اس نے کہا" اسے خداوند ابراہیم اور اضحاق اور اسرائیل کے خداماں معلوم ہو جائے کہ اسرائیل میں توہی خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں

نے ان سب یا توں کو تیرے ہی حکم سے کیا ہے... ”<sup>۳۶</sup>  
حضرت داؤد نے بنی اسرائیل کو یوں نصیحت فرمائی :

”اے اس کے بندے اسرائیل کی نسل۔ اے بنی یعقوب جو اس  
کے برگزیدہ ہو، وہ خداوند ہمارا خدا ہے۔ تمام روئے زمین پر اس کے  
آئین ہیں۔ سدا اس کے عہد کو یاد رکھو اور ہزار پشتؤں تک اس کے  
کلام کو جو اس نے فرمایا، اس عہد کو جو اس نے ابراہیم سے بازدھا  
اور اس قسم کو جو اس نے اٹھاکنے سے کھانی، جسے اس نے یعقوب  
کے لیے آئین کے طور پر اور اسرائیل کے لیے ابدی عہد کے طور  
پر قائم کیا... ”<sup>۳۷</sup>

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر یہودیوں سے فرمایا جوان کی مخالفت پر  
کمربستہ اور ان کی جان کے درپرے تھے۔

”میں جانتا ہوں کہ تم ابراہیم کی نسل سے ہو تو بھی میرے قتل کی  
کوشش میں ہو کیونکہ میرا کلامِ عتمارے دل میں جگہ نہیں پاتا۔ میں نے  
جو اپنے باپ کے بارے دیکھا ہے وہ کہتا ہوں اور تم نے جو اپنے  
باپ سے سنائے وہ کرتے ہو۔“ انہوں نے جواب میں اس سے  
کہا ہمارا باپ تو ابراہیم ہے۔ یسوع نے ان سے کہا اگر تم ابراہیم کے  
فرزند ہوئے تو ابراہیم کے سے کام کرتے۔ لیکن اب تم مجھ سے یہ شخص  
کے قتل کی کوشش میں ہو جس نے تم کو وہی حق بات بتائی جو خدا  
سے سنی۔ ابراہیم نے تو یہیں کیا تھا۔ ”<sup>۳۸</sup>

قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ بعد کے انبیاء کی دعوت وہی تھی جو حضرت ابراہیم کی  
دعوت تھی :-

۳۶۔ سلاطین اول باب ۱۷۔

۳۷۔ تواریخ اول باب ۲۳۔ ۱۴۔

۳۸۔ یوحنا باب ۲۔ ۲۰۔ ۶۔

اے بنی ہبوب! «ہم اللہ کو مانتے ہیں۔  
اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے  
ان تعلیمات کو ہی مانتے ہیں جو ابراہیم اہل  
اسماق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر  
نازل ہوئی تھیں اور ان بہایات پر بھی ایمان  
رکھتے ہیں جو مویں اور عیسیٰ اور دوسرے  
پیغمروں کو ان کے رب کی طرف سے  
دی گئیں۔

(آل عمران: ۸۸)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کی بنیادی تعلیم ایک ہی تھی جس  
دین کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت دی تھی اسی کی طرف ان کے بعد  
آنے والے تمام انبیاء نے بھی دعوت دی تھی۔

### یہود کا ملتِ ابراہیمی سے اختلاف

بنی اسرائیل ایک عصہ تک ملتِ ابراہیمی پر قائم اور عمل پیرار ہے۔ ان کے  
عقائد صحیح اور اعمال نیک رہے۔ لیکن بھرپور میں اختلافات در آئے۔ وہ صراط مستقیم  
سے بھٹک کر گئے اور بداعمالیوں کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے لیے جو شریعت  
ایجاد کی وہ یہودیت کہلانی اور اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے والے یہود کہلانے  
یہود اگرچہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم کے طریقے پر عمل پیراریں لیکن ان  
کے عقائد و تصورات اور اعمال میں سے بہت سی چیزیں ملتِ ابراہیمی سے متماد  
تھیں مثلاً:

۱۔ مزید سیکھنے انسار - ۱۴۳ - ۱۰۰ النوری

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کیا تھی؟ اور ملتِ ابراہیم کے ترکیبی عناصر کیا تھے؟ اس پر تفصیلی  
بحث کے لیے دیکھئے راقم سطور کا مقام «ملتِ ابراہیم کے ترکیبی عناصر» شائع شدہ مجلہ تحقیقات اسلامی جلد ۶  
شمارہ ۱ جنوی تاریخ ۱۹۸۹ء

۱۔ وہ جادہ توحید پر فائم نہیں رہ سکے اور ہم سایہ مشرک قوموں کے اڑ سے ان میں بھی شرک سراہت کر گیا۔ مظاہر پرستی کی جانب ان کے میلان کا انہما حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں ہونے لگا تھا۔ ان کی ہم سایہ مصری قوم گانے کی پرستش کرتی تھی چنانچہ ان کے دلوں میں بھی اس سے عقیدت اور پرستش کے جذبات پر وان چڑھ گئے (النار۔ ۱۵۲) بعد کے ادوار میں بھی وہ شرک سے بالکلی محفوظ نہ رہ سکے حضرت عزیز چھپیں ان کی مذہبی تاریخ میں اہم مقام حاصل تھا کیونکہ انہوں نے زوال و نکبت کے دور میں ان کی اصلاح اور تجدید کا فریضہ انجام دیا تھا، انہوں نے ایسیں اللہ کا بیٹا "قراردے دیا تھا۔ (التوبہ۔ ۳۰)

۲۔ انہوں نے ایمان با رسالت کے تفاصیل پورے نہیں کیے حضرت مولیٰ ان کے سب سے بڑے محنت مگر ان پر بھی انہوں نے بے احتمادی کا انہما کیا اور متعدد مواقع پر ان کے فرمان کو بے چول پڑا بول کرنے کے بجائے کچھ بھی کیا ان کے بعد آئے ولے انبیاء کے ساتھ بھی ان کا معاملہ یہ رہا کہ اگر ان کی لائی ہوئی تعلیمات ان کی خواہشات سے میل نہ کھاتیں تو انہیں جھٹلاتے یہی نہیں بلکہ انہیں اللہ کے برگردہ بندوں کے قتل میں بھی عارم ہوا (البقرہ۔ ۸۷)

۳۔ ان کے عقیدہ آخرت میں فساد آگیا تھا۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ تو نک وہ انبیاء کی نسل سے ہیں اس لیے اخزوی زندگی میں سرخ روئی ان کا مقدر ہے بلکہ ان میں بعض فرقے ایسے تھے جو حکلم کھلا قیامت کا انکار کرتے تھے۔

۴۔ وہ عبادات سے بے پرواہ ہو گئے تھے اور انہوں نے نمازوں کا اسہام ترک کر دیا تھا (مریم۔ ۵۹) اسی طرح ان میں مال و دولت کی شدید حرص پیدا ہو گئی تھی دوت کو زیادہ سے زیادہ ڈھانے کے لیے انہوں نے بڑے پیارے پسرے پر سودی کاروبار شروع کر رکھا تھا۔ (النار۔ ۵۳-۱۴۱)

۵۔ ملت ابراہیم میں صحیح بیت اللہ کو بہت اہم مقام حاصل تھا۔ اس کی تغیری میں حضرت ابراہیم کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ بھی شریک رہے تھے۔ یہود کو چونکہ حضرت اسماعیلؑ سے خاص پر خاش بھی اور وہ ان کی عظمت کے مکار تھے، اس لیے انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس سے حضرت ابراہیمؑ کا بھی کوئی تعلق ظاہر نہ ہونے پائے۔

توریت میں حضرت ابراہیمؑ کا مفصل تذکرہ ہے لیکن کیا بھی وہ مکنی ہے آب و گلیاہ وادی تشریف لے گئے تھے ؟ اور کیا وہاں اللہ کی عبادت کے لیے کوئی گھر تعمیر کیا تھا ؟ اس کے ذکر سے وہ خالی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قصہ اسے نظر انداز لیا گیا ہو۔ توریت میں اس سلسلے میں گواب بھی بعض اشارات پائے جاتے ہیں لیکن اس کے شارصین و مترجمین نے دانستہ اخیس چھپا نے اور ان کو دوسرے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر بابل کی کتاب زبور میں ہے:

”مبارک یہ وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں۔ وہ سدا تیری تعریف کریں گے.... وہ وادیٰ بکا سے گزر کرے چشموں کی جگہ بنایتے ہیں：“ صاف معلوم ہوتا ہے کہی کسی مخصوص وادی کی طرف اشارہ ہے اور یہ وادی کوئی اوپر نہیں بلکہ وادی بکہ (مکہ) ہے جس کا تذکرہ قرآن میں سورہ آل عمران آیت ۲۹ میں بھی ہے۔ لیکن بابل کے مترجمین نے اسے بجائے علم کے، اسی نکہ قرار دے کر اس کا ترجمہ رونے کی وادی، کڑالا۔<sup>۱۹۹</sup>

اسی طرح بابل میں حضرت ابراہیمؑ کی بھرت کے ذکریں ہے :

”اور ابرام اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا۔۔۔ اور اس نے وہاں خداداد کے لیے جو اسے دھکائی دیا تھا ایک قربان گاہ بنانی اور وہاں سے کوچ کر کے اس پیاڑکی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے۔“<sup>۲۰۰</sup>

ہرود مورہ کو بیت المقدس میں بتاتے ہیں۔ لیکن متعدد قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہیے ”مورہ“ کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور بیت ایل سے مراد بیت اللہ زلفانہ تھی۔<sup>۲۰۱</sup>

سلہ زبور: ۸۳: ۴ - ۵

سلہ تفسیر ماجدی اول ص: ۶۲۰

سلہ پیدائش بابل: ۴ - ۵

سلہ اس موقع پر مولانا فرازی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ ملاحظہ کیجئے آنحضرت کا سلسلہ نسب اور باب

مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۹۱ء ص: ۲۰ - ۲۱۔ ذیع کون ہے؟ ص: ۲۳ - ۲۴

۶۔ صحفِ ابراہیم کی ایک اہم تعلیم یقینی کہ شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں محض حسب و نسب کچھ کام نہ آئے گا۔ بابل کے صحیفوں میں بھی اس پر زور دیا گیا ہے (حزمی ایل بائیٹ ۲۰) لیکن یہود نے یہ مفروضہ قائم کر لیا تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں قوم ہیں اور ان کا تعلق اس کے برگزیدہ بندوں کی نسل سے ہے اس لیے ان کے برے اعمال کا معاخذہ نہیں ہو گایا اگر انھیں ان کی سزا ملی تو محض چند دن (البقر ۸۰، الاعراف ۵۹)

### نصاریٰ اور ملتِ ابراہیم

یہود کی طرح نصاریٰ بھی ملتِ ابراہیم سے گزران رہے۔ وہ نظاہر تو اس پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتے لیکن حقیقت میں انہوں نے بہت سی باتیں اپنی طرف سے گھڑی ہیں جن کا ملتِ ابراہیم سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔

۱۔ دیگر شفاقوں اور فلسقوں سے تاثر کے نتیجے میں نصاریٰ شرک میں ملوث ہو گئے حضرت عیسیٰ نے انھیں توحیدِ خالص کی دعوت دی یقینی اور خود کو اللہ کے بندے اور رسول کی حیثیت سے بیش کیا تھا۔ لیکن نصاریٰ نے خود ان کے معاملے میں نلو سے کام لے کر انھیں اللہ کا بیٹا، پھر ایک قدم آگے بڑھ کر "اے، بنالیا۔ پھر روح القدس کو درجہ الوہیت پر فائز کر کے باتا، بیٹا، اور روح القدس۔ تینوں کی الوہیت سے مرکب شہادت کا عقیدہ وضع کر لیا۔ ان میں سے بعض فرقوں نے روح القدس کے بجائے حضرت عیسیٰ کی ماں مریم کو الابنا لیا۔ قرآن نے اس عقیدہ پران کی سرزنش کی:

وَلَا تَكُونُ لَكُمْ أَثْلَاثٌ كُلُّهُمَا إِنْتُمْ  
أُوْرَثُكُمْ كُلُّكُمْ "يَتَنَّ" میں۔ باز آجاؤ۔ یہ  
حَمْدٌ لِلّٰهِ الَّذِي دَعَاهُمْ  
نَهْمَارے ہی یہی بہتر ہے۔ اللہ  
(الناد ۱۴) تو ہم ایک بھی خدا بے۔

۲۔ انہوں نے یہ عقیدہ بیش کیا کہ آدم نے جنت میں منورہ درخت کا چل کھا کر جس غلطی کا ارتکاب کیا تھا اس کی بنا پر ان سے ارادہ و اختیار کی آزادی سلب کرنی گئی یقینی اور وہ ابتدی عذاب کے م淑ق ہو گئے تھے۔ یہ غلطی تمام اولاد آدم میں منتقل ہو گئی اور وہ سب بھی اس خطائے اصلی کی سزا کے محتق قرار پانے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی

رحمتِ کامل سے ان کو اس سزا سے بچانے کے لیے اپنے "بیٹے" کو جسم انسانی میں دنیا میں بھیجا جس نے صلیب پر جان دے کر تمام انسانوں کی طرف سے اس خطائے اصلی کا کفارہ ادا کر دیا۔

۳۔ ختنہ کو ملتِ ابراہیمی میں شعار کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ اس عہد کی علامت تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی نسل سے باندھا تھا۔ لیکن نصاریٰ نے اس کی اہمیت ختم کر دی۔ گلتوں کے نام پوس کے خط میں ہے:

"اگر تم ختنہ کراوے گے تو مسح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہو گا.... اور سچ یسوع میں نہ تو ختنہ کچھ کام کا ہے نہ نامنوتی، مگر یا ان جو محبت کی راہ سے اڑ کرتا ہے،" ۲۷

### ملتِ ابراہیمی اور اسلام

قرآن نے یہود اور نصاریٰ کی مگر ایوں پر ان کی سرزنش کی، ان کے بے بنیاد دعووں کی قلائق کھول دی اور اپنی ملتِ ابراہیمی کی حقیقی تعلیمات پر عمل یہاں نہ کا حکم دیا:

فَاتَّبِعُوا أَمْلَةَ إِبْرَاهِيمَ      تم کو ابراہیم کے طریقے کی پیرروی کرنی  
حَنِيفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ      چاہیے جو ضفتہ اور شرک کرنے والوں  
(آل عمران - ۹۵)      میں سے نہ تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کو ملتِ ابراہیمی کی ان حقیقی تعلیمات پر عمل یہاں ہونا پڑے گا جن کی طرف آخری بنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دے رہے ہیں اور جو قرآن میں منذکور ہیں۔ نہ کہ ملتِ ابراہیمی کے نام پر ان مزبورات اور ادیام و خرافات سے چھٹے رہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے گھوڑکھی ہیں۔  
دوسری جگہ ارشاد ہے:-

وَقَالُوا كُنُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى  
یہودی کہتے ہیں: یہودی ہو تو رہ لاست

۱۔ مہمنامہ جدید، گلتوں باب ۶۰۱

۲۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۸۷۔ تفسیر کبیر ۳/۵۰۱

لَمْ يَنْهَا فِي أَقْدَمِ الْمَلَأِ إِذَا هُمْ  
خَيْرٌ وَّمَا كَانُوا مِنَ الظَّالِمِينَ  
لے گی۔ ان سے کہو "نہیں بلکہ ابراہیم کا  
طریقہ جو حیث تھا اور وہ شرکوں پر بھی نہیں۔"  
(ابن حجر، ۱۳۵)

اس آیت میں صلة ابراہیم کے الفاظ سے قبل بعض مفسرین نے شیع اور بعض نے اتفاقاً مذکور مانا ہے پہلی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ یہود اور فضاری اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ہر ایت صرف ان کے مذہب میں مصروف ہے۔ اہل بیان اس کا یہ جواب دیں کہ "هم یہودیت یا فرانسیت کے یا کچھ ملت ابراہیم کے پیر و میں" دوسری صورت میں آیت کی تاویل یہ ہو گی کہ اہل کتاب کو یہ جواب دینے کا حکم دیا گیا کہ یہودیت یا فرانسیت اختیار کرنے سے باریت نہیں ہے لیکن بلکہ ملت ابراہیم کی اتنا کوہ تجھی راہ یا ب ہو گے لیکن

دوسری طرف مسلمانوں پر بھی واضح کر دیا گی کہ تمہارے لیے اندھی تعالیٰ نے وہی دین مذکور کیا ہے جو اس نے اپنے نبی حضرت ابراہیم کے ذریعہ صحیح تھا اور جسے پہنچانے کا حکم اس نے ان سے پہلے اور ان کے بعد آئے والے تغیرتوں کو دیا تھا۔

سَرَّعَ نَكْشُمُ مِنَ الْبَيْنِ  
اس نے تہمارے بیچے دین کا  
مَنَاصِيٰ بِهِ تُؤْخَذُ الْأَذْيَ  
وہی فریقہ تھریک ہے جس کا حکم منہ  
أَدْحَيْتُ إِلَيْكُمْ وَمَا دَصَبَّتِ  
لوگ کو دیا تھا اور جسے (اے محمد) اب  
بِدَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَسَلَّمَ  
تمہاری طرف ہم نے وہی کے ذریعے  
صحیح ہے اور جس کی براہیت ہم ابراہیم کو  
(انتوری، ۱۳۶) موتی اور میتی کو دے پکھیں۔

فاتحہ النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح بصرافت و تاکید حکم دیا گیا کہ ملت ابراہیم کی بیرونی کریں۔

لَهُمْ أَدْحَيْتُمْ إِلَيْكُمْ أَنَّ أَتْيُ  
مہم ہم نے تہماری طرف یہ وہی تجھی کی

لَهُ تَغْيِيرٌ ۖ ۚ۲/۳، ۴/۳، ۵/۴، تغیر کبیر ۷/۹، مولانا احمد انصاریؒ نے "اتبعوا" مذکور مانا ہے اور اس کے وجود ترجیح ذکر کیے ہیں۔ تدریج قرآن ۱۳۲/۲

مَلَّةٌ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفٌ وَمَا  
أَبْرَاهِيمَ كَيْطَنِي پُرْطَقِي حِصْفَتْ تَحَادُر  
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (النَّجْم: ۱۲۳)

آپ جس "مرادِ مستقيم" پر گامزد تھے اور جس دین کو لے کر تشریف لائے تھے وہ  
وہی تھا جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت دی تھی۔

قُلْ أَتَتِنِي هَذَا إِنِّي رَوِيْتُ  
إِنِّي صَرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ دِينِي  
مَجْهَه سِيدَهارَاسِدَهادِيَه بِالْكَلِيلِ  
قِيمَامَّلَةٌ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا  
هُمْكِ دِينِي جِنْ مِنْ كُوئِي مُرِيزَه بِنِيْسِ إِبْرَاهِيمَ  
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔  
كَاطِلِيَه جَسَه کِسوْه بِرَاسِ نَسْنَه اخْتَارَکِيَا  
(النَّاجَم: ۱۴۱)

ملتِ ابراہیمی اور اسلام کے مابین اتحاد و اشتراک کے مختلف پہلوؤں کی جزا  
آنہ سطور میں اشارہ کیا جاتا ہے۔

### الف۔ اسلام اور ملتِ ابراہیمی دونوں کی روح ایک ہے

اسلام اور اسلام عربی زبان میں ہمیں معنی الفاظ اپنے۔ ان کے معنی میں انتیاد و اطاعت،  
خود پر فرگ، اخلاص وغیرہ۔ اسلام کو اسلام کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس دین کو قبول  
کرتے ہی انسان حق کے آگے سرسیم خم کر دیتا ہے۔ اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ میں اللہ  
کی رضا کا پابند ہوتا ہے اور اس سے سرمواخزاف اس کے لیے رو و انہیں ہوتا۔  
اسی معنی میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت مقالات پڑایا ہے مثلاً سورہ بقرہ میں ہے:

يَكُلُّ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ  
حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی  
إِلَهٌ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَخْرُوهُ  
اطاعت میں سونپ دے اور عملانک  
عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا حَوْفٌ  
روشن پر چلے اس کے لیے اس کے  
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزُنُونَ  
رب کے پاس اس کا اجر ہے اور  
ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج  
(البقرہ: ۱۱۲)

سلہ سان العرب ۲۹۳/۱۲۔ المفردات ص: ۲۰۰۔

سلہ خللا: آل عمران۔ ۲۰، النَّاجَم۔ ۱۷، تغوان۔ ۲۲، النَّجْم۔ ۳۳، سہمومن۔ ۶۶ وغیرہ۔  
۴۰۳

اور ملت ابراہیم کی روح بھی یہی اللہ کی اطاعت و فرماداری، اس کے لیے اخلاص اور اس کی بارگاہ میں خود پر دُلی و ناصیر فرمائی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی سے اسی کی ترجیحی ہوئی ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی بے جوں و چراقلیں کی۔ اس کا ہر فرمان بجا لائے تمام آنے والوں میں پورے اترے اور انی تمام خواہشات کو رضاۓ الہی کا پایہ بند بنادیا تھا۔ قرآن نے اس پر کہا "اسلام" سے تغیر کیا ہے:

إذْقَالَ لَهُ رَبِيعَةَ أَسْنَمٍ  
أَنْ كَاهَالَ يَرْتَهِكَ حِبْبَ اَسْكَنَهُ  
فَالْأَسْكَنَتُ لِرِبِّ الْعَالَمِينَ  
رَبُّ نَسْنَةِ اَسْمَنَهُ  
تَوَسَّ نَسْنَةَ فُورَاً كِبِيرًا  
(البقرة: ۱۲۱)

کامِ مسلم - ہدیہ

اطاعت اور فرمان برداری کا نقطہ عروج وہ منظر تھا جب حضرت ابراہیمؑ اخبارہ الہی پا تے ہی اپنے نخت جگہ کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے تھے اور نخت جگہ نے بھی اس کے نفاذ کے لیے خود کو جو اے کر دیا تھا۔ قرآن نے اس کی منظر کشی یوں کی ہے:

كَلَمَّا أَسْنَمَهُ اللَّهُ  
جَبَ إِنْ دُولُونَ نَسْرَتِمْ فِرْمَدِيَا  
أَوْ إِرَابِيْمَ نَسْنَةَ بَيْنَ كَوْمَاتِهِ  
لِلْجَنِينِ.  
(الصافات: ۱۲۱)

بل گرادا۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے اس روشن پیاؤ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے قرآن نے آپ کی ایک صفت "مسلم" بیان کی ہے:  
قَرَانَ نَسْنَةَ آپَ كَيْ أَيْكَ صَفَتْ مُسْلِمْ بَيَانَ كَيْ ہے:  
ما هات ابراہیمؑ نہ دیتا و نکھلنا  
ابراہیم شہزادی تھا نہ میسانی۔  
و نکن فن حیفخا شسلیما (آلہ ان: ۶۰) بلکہ تو خیفت اور سلم تھا۔  
خاکِ عبید کی بنیادیں اھانتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ الہی میں جو دعا کی تھی اس میں یہ بھی حکاہ تھے اور میری اولاد کو مسلم ہا اور باری نسل سے ایک مسلم امت پر پا کر۔

كَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنَ لَكَ  
اَسَرْبَ بَمْ دُولُونَ كَوْا پَا مُسْلِمْ  
وَمِنْ دُرِبِيْنَا اَمْتَهَ شَسْلِيْمَ لَكَ  
(صلی فران) بنا باری نسل سے ایک

ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔  
 (البقرہ: ۱۲۸)  
 یہ صرف حضرت ابراہیم کا بھی معاملہ تھا بلکہ ان کے بعد ان کی نسل سے آنے والے پیغمبروں نے بھی اپنی امتوں کو اسی صراط مستقیم، کی دعوت دی اور وہ امتنیں جب تک حق کی شاہراہ پر کامزد رہیں اس زریں اصول کو سینے سے لگائے رہیں۔ حضرت یعقوب نے زندگی کے آخری محاذات میں اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ "تم لوگ مرتے دم تک مسلم ہی رہتا" (البقرہ: ۱۳۲) اور ان کے صاحبوں نے بھی کمالِ سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مسلم ہونے کا انجہار کیا تھا (البقرہ: ۱۳۲) اسی طرح حضرت عیسیٰ نے جب اپنی قوم میں اعلان کیا کہ اللہ کی راہ میں میرا کون مدگار ہے؟ تو ان کے خلص پیروکاروں نے جواب دیا تھا۔

لَهُنَّ الْأَنْصَارُ اللَّهُ أَنْشَأَ بِاللَّهِ  
 هُمُ الظَّرِيرَ إِيمَانَ لَائِنَّ أَبْغُواهُنِّي  
 وَأَسْهَدَ بِإِيمَانِهِمُ الْمُسْلِمُونَ  
 هُم مُلْمَمُ (اللہ کے آگے سراطِ اعتماد یعنی  
 دَلَالَةِ) ہیں۔ (آل عمران: ۵۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت و فرماں برداری ملتِ ابراہیمی کی روح ہے اور یہی اسلام کا بھی اصل الاصول ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهُمَا الَّذِينَ أَمْنَوْا الدُّخُلُوا  
 اے ایمان لانے والو تم پورے  
 فِي السِّلْمِ كَافَةً، وَكَا تَسْتَعِدُوا  
 کے پورے اسلام میں آجائے اور  
 حُطُوطُ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ مَدْعُوٌ  
 شیطان کی بیروی نہ کرو کہہ تھا  
 مُؤْمِنُینَ (البقرہ: ۲۰۸)

کھلا دشمن ہے۔

## ب۔ ملتِ ابراہیمی کے تمام عناظِ اسلام میں باقی رکھے گئے ہیں

قرآن میں ملتِ ابراہیمی کی جو تفصیلات مذکوریں ان کے مطالعہ اور اسلامی اکام و تعلیمات سے ان کے مقابل سے واضح ہوتا ہے کہ ملتِ ابراہیمی کے تمام عناظِ اسلام میں باقی رکھے گئے ہیں۔

ا۔ توحید ملت ایرانی کا سب سے اہم رکن ہے جو حضرت ابراہیم کا خاندان اور پوری قوم شرک میں توفی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی دعوت میں توحید پر سب سے زیادہ زور دیا اور شرک پر تحریک تقدیم کی۔ قرآن میں آپ کی ایک صفت "حینف" یہاں کی کمی ہے۔ حینف اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر طرف سے منہ مزوہ کر مرف اللہ تعالیٰ سے اپنا اعلیٰ استوار کر لے۔ ایسے نام مقامات پر جہاں حضرت ابراہیم کے لیے لفظ حینف، استھان کیا گیا ہے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْكِرِينَ یا اس جیسے الفاظ بھی لا کئے گئے ہیں۔ اسلام میں توحیدی جو تمہیت ہے وہ انہمین الشخس ہے۔ اس کی پاچھے اہم بنیادوں میں سے ایک توحید ہے۔ شرک اللہ تعالیٰ کے تزدیک اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ اس میں مبتلا شخص کی کسی حال میں مفترضت ہنس ہو سکتی ہے:

اللَّهُمَّ شَرِكْتِي لِوَعْدَاتِنِي  
كُرَاً، اسْ كَمْ مَا سَوَّا دُورَسْ كَمْ مَدَدْ  
لَكَاهَدِيْسْ وَجِسْ كَمْ يَصِيْحَاتِيْسْ بَيْ  
سَعَافَ كَرِدَتِيْسْ بَيْ (امان: ۳۸)

۲۔ حالت ابراہیم میں ہیں رسالت اور آخرت کے عقائد بھی ملتے ہیں۔  
 نعمت ابراہیم نے اپنے بار اور اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعوت نے کے لیے معموری ہے کہ جوچکھہ وہا اپنے رب کی طرف سے گئے کرائے گئے ہیں  
 جس قبول کیا جائے اور ان کی انتباہ کی جائے۔ اگر اس سے روگ روانی کی گئی تو  
 اس دن ایسا آئے گا جب اس کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا لیکن ان دونوں  
 نہ کو اسلام میں بھی بیشادی ای محبت حاصل ہے۔

۲۔ ملتِ ایاں کی طرح اسلام میں بھی عبادات پر سبب نور دیا گیا ہے نماز زکوٰۃ، حج، روزہ اور درجِ اعمال صاحبوں سے متعلق احکام اور توجیہات قرآن کریم کے بُجھے حصے پر مشتمل ہیں۔ بعض آیات سے اشارہ ملت کا ہے کہ یہ چیز ملتِ ایاں کی

لے ملت ابراہیم میں رسالت اور آنحضرت کے مقام دلکشی میں تفصیل مقالہ ملت ابراہیم کے برکتی نعمتوں میں باندھی گئی ہے۔

میں بھی مشرع تھیں سورہ حج میں ہے:

يَا أَيُّهُمَا الَّذِينَ آمَنُوا  
أَدْكُنُوا وَاسْجُدُوا  
أَعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَاعْلُوْا  
الْخَيْرِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ  
وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ عَوْنَّا  
هُوَاجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ  
عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ  
بُرْكَةٍ تَنْكِي نَهْيَنَّكُمْ (ابنِ هِيمَ)  
(حج: ۲۷-۲۸) بآپ ابراہیم کی ملت پر۔

ان آیات کے شروع میں رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا رہنمائی سے عبارت ہے رکوع اور سجدہ جس کے اہم ارکان میں سے ہیں۔ وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ کے ذریعے دیگر عبادات اور وَافْلُوْالْخَيْرِ کے ذریعے تمام اعمال صالح کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد واضح کیا گیا کہ تمام اعمال تہارے لیے باعث مشقت نہیں ہیں بلکہ تہارے لیے ہیں اور ان کی انجام دہی موجب فلاح و سعادت ہے۔ آخرین ملت ابراہیمی کا تذکرہ کیا گیا۔ یہاں اس کے ذرکر کی دلو جیسیں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ دین کے ان اعمال میں تہارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے جس طرح کہ ملت ابراہیمی میں کوئی مشکل نہیں تھی۔ کہ (حروف تشییع) یہاں محدود ہے جس کی وجہ سے ملکہ کو منصوب لا یا کیا گیا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہاں 'الزمو' محدود ہے۔ یعنی یہ تہارے بآپ ابراہیم کی ملت کے ارکان ہیں ایسی اختیار کرو یہ م۔ ملت ابراہیمی میں ختنہ، کوشکار کا درجہ حاصل ہے۔ توریت کے طبق اسے اس عہد کی ایک ظاہری علامت قرار دیا گیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل سے کیا تھا کہ اگر وہ توحید پر قائم رہے گی تو اسے زمین پر اقتدار عطا کرے گا۔

لہ تفسیر طبری (قدیم ایڈیشن) جزء د، ص: ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ تفسیر ابن کثیر ۳/۳۴۶

لہ کتاب پیدا ش یا ۱۱۔ ۹۔

اسی لیے ہو بود کے تزدیک اس کی بہت زادہ اہمیت تھی۔ فیر مفتون شخص کو  
بے دین کہا جاتا تھا۔ اللہ نصراوی نے اس شمارکو تک کر دیا اور اسے فیضوری قرار  
دے دیا۔ اسلام میں اس معاملے میں وہ شدت نہیں پائی جاتی جو بود کے سامنے  
 موجود تھی میکن ختنہ کو خصال قدرت میں شمارکیا گیا ہے اور اس پر مل کا حکم دیا گیا  
 ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

من انقطعۃ الختان سے اور نظرت میں سے ایک نہ رہے۔  
ایک حدیث میں تھا کہ نعمت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت اسماء بنی عیا سے روایت  
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-  
الختان سنت للدجال ہے۔ ختم رسول کے لیے سنت ہے۔

### ج- فوایفہ حج

اسلامی عبادات میں ایک اہم عبادت حج ہے۔ ملت ابراہیم میں جی  
اسے اہم مقام حاصل تھا۔ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے  
بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر غارہ العبر کی تعمیر کی اسے توحید کے  
ایک مرکز کی حیثیت دی۔ طواف، اعناق، اور کوع و سیہہ کرنے والوں  
کے لیے اسے پاک و صاف رکھا اور لوگوں میں حج کی منادی کی۔

وَإِذْ أَذْنَى إِلَيْهِ الْمُهَاجِرُونَ يَا ذِكْرُهُ وَقْتِ جَمَارِهِ نَحْنُ نَحْنُ  
الْبَيْتُ أَنَّ لَأَنْشُرُوهُ فِي كے لیے اس گھر (خانکہ) کی گدگ  
شَمِيمًا وَطَهُورًا مُبَيِّنًا لِلظَّاهِرِينَ بُجُورِ کی تھی (اس باریت کے ساتھ)  
وَأَنْقَاصِهِنَّ وَالْوَكْعَ الشَّعْجُ كمیر سے ساتھ تھیں جو کو شرک نہ کرد  
وَأَذْقَنُ فِي الْمَأْسِ بِالْمُحِيطِ اور اسی سے گھر کو خلاف کرنے والوں

سلہ کتاب پیدالش باب ۱۳

سلہ صحیح بنواری، الکتاب الملاس، باب تفسی الشارب

تلہ مستناحدہ ۵/۶۰۶۔

یا نوک رجاحاً و عملُ فُلٌ  
صَامِرٍ یا تینَ مِنْ سُخْنٍ  
لیے پاک رکواد لوگوں کو حج کے لیے  
اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس  
ہر دو روز مقام سے پیدل اور اتوں  
اور قیامِ رکوع و محود کرنے والوں کے  
فَقِیْعَمِیْتٍ

(الحج: ۲۴-۲۵) پرسوار آئیں۔

حضرت ابراہیم نے اعلانِ حج کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں حج کے ارکان و مناسک ادا کر کے عملی عنوان بھی پیش کیا۔ ان کی منادی پر لوگوں نے بسیک کہا اور دور دراز مقامات سے ہر سال حج کے لیے آنے لگے۔ اس طرح حج ملتِ ابراہیم کا ایک اہم رکن قرار پایا۔ بنی اہم اسیل اس رکن کو مضبوطی سے تحفے رہے۔ ان کے دل میں خاٹکعبیہ کی عظمت باقی ہی اور وہ برابر ہر سال اس کا حج کرتے رہے۔ اگرچہ انہوں نے خانہِ کعبہ میں سیدلوں بنت بھی رکھ چوڑے تھے اور طریقہِ حج میں بعض مشرکانہ چیزیں بھی داخل کری یعنیں۔ زمانہ جاہلیت میں حج کرنے والوں کو خفاء کہا جانا تھا اگویا حنفیت پر علی پیرا ہونے کا لیک مظہر حج کرنا تھا لئے اسلام میں فرضیہ حج کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے اور خانہ کعبہ کو صرف خدا شے واحد کی عبادت کے لیے قائم ہونے والا، متعدد روشن نشانیوں کا حامل اور جائے امن قرار دیتے ہوئے اس کی زیارت کو فرض کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:-

بے شک سب سے پہلی عبادت کا  
لَهُ نَزِدَ دِيْكَهُ الْبَقَرَهُ : ۱۲۵  
جو انہوں کے لیے تغیر ہوئی وہ وہی  
ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خرو  
بُرْكَتُ دِيْنِ هُنْدِی اور تمام جہاں والوں  
مَقَامُ إِبْرَاهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ مُضْعَنَ للنَّاسِ  
لِلَّذِي بَيْكَهُ مُبَاَرَكًا وَهُدًى  
لِلْعَالَمِيْنَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ  
مَقَامُ إِبْرَاهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ

لہ نزید دیکھے البقرہ : ۱۲۵  
سلہ تفسیر طبری ۱۰۶/۳، اہل تفسیر میں ابن عباس، مجاهد، حنفی اور عطیہ نے حنفیت کی تشریح  
'حج البت' سے کی ہے۔ دیکھے تفسیر طبری ۱۰۶ - ۱۰۷/۳

کے لیے مرکز بہادیت بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ابراہیم کا مقام عبادت ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا تو گوں پر اللہ کا یعنی ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انہار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا اور اُولے بنیاز ہے۔

اسلام میں حج کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ احادیث میں اس سے افضل تین اعمال میں شمار کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے آپ سے سوال کیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ اور رسول پر ایمان۔ اس نے دریافت کیا: پھر، آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ اس نے پھر بھی سوال دہرا�ا تو آپ کا جواب تھا: "حج مبرور" (مقبول حج) لہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "الحج العبر ولیس له جزاء الا الجنة" مقبول حج کی جزا بس جنت ہے

#### د۔ آخرت میں جزار و نزا کا دار و مدار انسان کے ذاتی اعمال پر ہے

ملتِ ابراہیم کی ایک اہم تعلیم یقینی کہ دنیا میں انسان اپنے تمام اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ سورہ النجم میں صحیح ابراہیم کی جو تعلیمات نقل کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہی ہے: "أَلَا تَرَى وَإِذْ رَدَّ دِرْرَ أُخْرَى" (یہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ پہنچانا کا) ملتِ ابراہیم کی طرح اسلام میں بھی اس تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

لہ صمیع نجاری، کتاب المذاک، باب فضل الحج البرور

۲۵ موطا امام مالک کتاب الحج باب جامع الحجاري المرة، صمیع نجاری، ابواب المرة باب وجوب الحجۃ و فضیلہ۔

قرآن اور سنت کا پورا ذخیرہ اس سے پر ہے۔ آیت کا یہ مکارا ”وَلَا تَنْزِرْ فَارِزَةً قُدْرَةً دُرَّاً خَرْيَ“ مزید چار مقامات پر آیا ہے لہ سورة اسرار میں ہے:

مَنِ اهْسَدَى فَإِنَّمَا<sup>بِهْسَدِكِ لِنَفْسِهِ وَمَنِ</sup>  
جُوكنی راہِ راست اختیار کرے اس  
کی راست روی اس کے اپنے ہی لیے  
مقید ہے اور جگہ اہ بوس کی گمراہی کا  
دیاں اسی پر ہے کوئی بوجھ اٹھانے  
والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھانے گا۔  
(الاسرار - ۱۵)

سورہ انعام کی آخری آیات میں پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امن علان  
کا حکم دیا گیا کہ ”مجھے میرے رب نے سیدھا راستہ دکھایا ہے، دین قیم، ملت ابراہیم  
... اس کے بعد ساقھہ ہی یہ کہنے کی بھی بہارت کی گئی:

وَلَا تَكُسِبْ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا  
ہر شخص جو کچھ کتا ہے اس کا ذمہ دار  
عَلَيْهَا وَلَا تَنْزِرْ فَارِزَةً قُدْرَةً دُرَّاً  
وہ خود ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا  
آخری (الانعام - ۱۴۲) دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

### خاتم النبیین ﷺ ملتِ ابراہیمی کے مجدد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں کھڑی کرتے وقت بارگاہِ  
الہی میں جو دعا ایں کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میں نے اپنی جس اولاد کو  
اس وادی میں لابسا یا ہے اس کی نسل سے ایک رسول بھیج جوان کی تعلیم اور تربیت  
کرے اور انھیں دین کی باشی سکھائے:

رَبَّنَا وَالْبَعْثُ فِيهِمْ رَسُولًا  
اے رب ان لوگوں میں خود انہی کی  
قوم سے ایک رسول اٹھائیو جو انھیں  
تیری آیات سنائے۔ ان کو کتاب اور  
حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیان  
سوارے۔  
وَيُنَزِّلُهُمْ  
عُلَمَاءُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
مِنْ أَنفُسِهِمْ  
(آل عمران: ۱۲۹)

لہ وہ مقامات یہ ہیں: الانعام - ۱۴۲ - الاسرار - ۱۵ - فاطر - ۱۸ - الزمر - ۱۱

یہ دعا بارگاہِ الہی میں مقبول ہوئی اور خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معموت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ شیخ ٹھیک ملت ابراہیم کی پیرودی کریں۔

شُمَّ أَوْصَيْتَ إِلَيْكَ أَنِ  
أَتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا  
(العل - ۱۲۳)

پھر تم نے عہدی طرف یہ وہی بھی کر کیا ہے کہ طریقے پر جلو جو اللہ کیلئے  
کیسو تھا۔

یہود اور نصاریٰ نے ملتِ ابراہیم میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلیاں کریں اور اپنے خود ساختہ تصورات اور مزعمات کو ملتِ ابراہیم کا نام دے دیا تھا۔ مثال کے طور پر انہوں نے دین داری کے نام پر بعض پاک چیزوں حرام کرنی تھیں اور اپنے اور ایسے بوجھ لادیے تھے اور ایسی پانیدیاں مائدہ کرنی تھیں جن کی دین میں کوئی سند نہیں تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا ایک مقصد یہ تھا کہ ملتِ ابراہیم کی تجدید کریں۔ لوگوں نے خود سے جو طوق اور بیڑیاں پہن رکھی ہیں ان سے آزاد کر دیں اور جو بوجھ لا درکھے ہیں انھیں آتمہ بھینکیں۔ سورہ اعراف میں یہود و نصاریٰ کو ”نبی ای“ پر ایمان لانے کی تلقین کرتے ہوئے اس کے جواہرات بیان کیے گئے ہیں ان میں یہ اوصاف بھی ہیں:

فَلِحِلْ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ  
وَهُمْ عَلَيْهِمُ الْخَيَاشُ وَيَضْنَعُ  
حَلَالُ اور ناپاک چیزوں حرام کرتا ہے۔  
عَنْهُمْ اِصْرَهُمُ وَالْأَظْلَالَ  
اور ان پر سے وہ بوجھ اترتا ہے جو  
ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندیں  
کھوتا ہے جن میں وہ جگڑے ہو چکے۔

(الاعراف: ۱۵۴)

حضرت ابو امامہ البناؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کروہ دنیا سے کٹ کر کچھ دن ایک غار میں رہنا چاہتا ہے جہاں کہنے پہنچنے کی چیزوں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا:

إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ بِالْيَهُودِيَّةِ وَلَا  
مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَأْتِي  
نَبِيٌّ بِجِبَاغٍ لَهُوَ بِكَلِمَاتِي  
كَمَا تَهْوَى بِهِ جِنْ مِنْ زَمْنِي  
السمحة لَهُ

ایک دوسری روایت جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آج یہود کو جان لینا چاہئے کہ بارے  
یوم مسیح نتعلم یہود ان  
فی دیننا فسحة ، ۲۱  
دین میں کشادگی ہے میں حیفیت کے  
اس سلط بعینیہ سمحہ طے  
ساتھ ہیجا گیا ہوں جس میں نزی ہے۔

ملتِ ابراہیمی سے اس تعلقِ خاص کی بنا پر آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی نازول کا قبلہ حضرت ابراہیمؑ کا تیر کردہ گھر خانہ کعبہ ہو۔ لیکن چونکہ شروع میں آپ کا معمول یہ تھا کہ جن معاملات میں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی واضح رہنمائی نہ ہوتی ان میں آپ انبیاء، سابقین کے طریقہ پر عمل کرتے تھے چنانچہ قبلہ کے معلمے میں بھی آپ نے ایسا ہی کیا اور بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ لیکن مذکور میں رہتے ہوئے آپ اس طرح نماز ادا کرتے تھے کہ بہیت اللہ اور بیت المقدس دونوں سامنے ہوتے تھے۔ مدینہ نہ پرست کرنے کے بعد جب ایسا کرنا ممکن نہ رہا کیونکہ دونوں الگ الگ سمتوں میں پڑتے تھے تو قبلہ ابراہیمی سے انقطاع آپ پر شاق گر رہے لگا اور آپ کے دل میں با باری خواہش ابھرتی تھی کہ کاش وحی الہی سے آپ کو خاتم کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش پوری فرمائی اور توپیں قبائل کا حکم دے دیا۔

فَلَمَّا تَوَّى الْقَلْبُ مَهِمَّةً  
اَسَے بَنِي اَبْهَارَ مَنْكَابَرِ اَمَانَ  
فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّنَّكَ قِبَلَةً  
کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں، یوم  
اَسِ قَبْلَهِ کی طرف تھیں پھرے دیتے  
تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْنَ  
ہیں جسے تم پسند کر رہے ہو مسجدِ حرام کی  
الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ

(ابقرہ: ۱۸۲)

طرف رخ پھر دو۔

اسی طرح طریقہ حج میں بھی آپ نے اصلاحات فرمائیں۔ لوگوں نے اس میں جو مشکلہ اعمال داخل کر رکھے تھے یاد نہادی اغراض و مصالح کی بنای پر جو تبدیلیاں

کرنی تھیں ان کو ختم کر کے صحیح طریقہ پرج کے مناسک بنانے اور ان پر خود مل کر کے دکھایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کے ہمراہ تھا، آپ نے حج کا علیٰ غونہ پیش فرمایا اور حج کے مراسم و مناسک سے متعلق لوگوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ ایک موقع پر آپ نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

قصو اعلیٰ مشاعرکم فائزکم      اپنے مناسک سے متعلق واقفیت  
عی ارد من ارد ابراہیم لے      حاصل کرو۔ تمیراث ابراہیمی کے میں ہو۔

## ملتِ ابراہیمی کی دعوتِ اسلام کی دعوت ہے

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے جو دین لے کر آئے وہ کوئی نیا اور انوکھا دین نہیں تھا بلکہ وہ انہی بیانادی تعلیمات پر مشتمل تھا جن کے ساتھ گزشتہ تمام انبیاء رجھنے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اشرفت لانے تھے۔ دیگر انبیاء، کے مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتیاز یہ ہے کہ دنیا کے ٹڑے سے زماں بین اسلام کے ساتھ یہودیت اور عیسائیت کے پیروکھی ان کی جانب شرف انتساب رکھتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ایک جانب یہود و نصاریٰ اپنی تمام تر گمراہیوں کے باوجود اپنا مسلم حضرت ابراہیم سے جوڑتے تھے اور انی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کے لیے ملتِ ابراہیمی سے سند لاتے تھے دوسرا جانب مشرکین مکہمی حضرت ابراہیمؑ کو اپنا جد بھتے تھے اور صریح شرک میں مبتلا ہونے کے باوجود خود کو ان کا پیروکناتے تھے۔ اس صورتِ حال میں ان تمام لوگوں کو ملتِ ابراہیمی کے اتباع کی دعوت دی گئی۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ اس طرح ان پر یہ واضح کیا گیا کہ نہیں جس چیز کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور جو تعلیمات پیش کی جا رہی ہیں وہ نئی اور اجنبی نہیں ہیں، بلکہ وہی ہیں جنہیں لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تھے۔ تم ان سے

لے سن العبد اؤد، کتاب المناسک باب موضع الوقوف بعرفہ جامع ترمذی ابواب الحج باب ماجاہ

فی الموقوف بعرفات والدعا، فیما، مندادہ ۱۳۴/۳

اپنا تعلق جوڑتے ہوا وران کی جانب انتساب پر فرم جھوں کرتے ہو لیکن ان کے بتانے ہوئے راستے سے مخفف ہو جھرت ابراہیم کا لایا ہوا دین وہی ہے جسے آج محمد بن اہلیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اسلام ملت ابراہیمی ہی کا دوسرا نام ہے۔ ملت ابراہیمی کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کو قبول نہ کرنا اور اس سے روگر دانی کرنا تو بڑی نادانی کی بات ہے سورہ بقرہ میں اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُرِيقَ عَرْبَ مَكَّةَ  
أَبُوكُونْ سَهْلَةَ  
إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفَرَهُ  
أَيْ كُوْحَاقَتْ وَجَهَالَتْ مِنْ مِنْتَارَكَلَا  
(البقرة: ۱۳۰)

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ، زبیع اور دیگر ابل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ اس میں اشارہ یہود اور نصاریٰ کی طرف ہے جنہوں نے ملت ابراہیمی سے روگرانی اختیار کر کے یہودیت اور نصرانیت کے نام سے مذاہب گھر لیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بنی محمد بن اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کے ساتھ بعوثت کیا تھا، لیکن ان لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ اس پر ان کی سرزنش کی جا رہی ہے یہ

قرآن کی بعض آیات میں اسلام کو اللہ تعالیٰ کا بیندیدہ دین قرار دیا گیا ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ  
اللَّهُ كَنْزِ ذِكْرِ دِينِ صِرْفِ  
الْإِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹)

وَمَنْ يَتَبَعَ غَيْرَ الْإِسْلَامِ  
دِينًا فَأُنَّ لِّقَابَ مِنْهُ  
سَوْجَنْ كُونْ أَوْ طَرِيقَةَ اخْتِيارِ كَرَنا  
(آل عمران: ۸۵)

چاہے اس کا وہ طریقہ برگز قبول نہ کیا جائے گا۔

اسی بات کو دوسرے مقام پر دوسرے انداز سے یوں کہا گیا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مُّمَّرَّنْ  
اس شخص سے بہتر اور اس کا طریقہ نہیں

بُوکتا ہے جس نے اللہ کے آگے  
آسلمَ وَجْهَةُ اللَّهِ وَهُوَ  
مُحْسِنٌ وَاتْتَعَجَ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ  
رسِلِم خُر کر دیا اور پناہ دیں نیک رکھا  
ادبرا یہم کے طریقے کی پیدی کی جو  
حَنِيفًا

(الناد: ۱۲۵)

حیفہ تھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دین کون سا ہے؟ فرمایا: "الحنفیۃ السمحۃ" (حنفیۃ جس میں نرمی پائی جاتی ہے) معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم کی دعوت درحقیقت اسلام کی دعوت ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا وہ دین ہے جسے لے کر تمام انبیاء آئے تھے۔ بعد اس ان کے متبوعین نے اپنی خواہشات کے مطابق ان میں تحریفات کر کے نئے نئے مذاہب ایجاد کر لیے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی اسی دین کو لے کر آئے تھے۔ ان کے بعد ان کے مانشے والوں نے اس میں بہت سی تحریفات کر دی تھیں یہودیت اور نصرانیت اسی دین کی بگڑی ہوئی تکلیفیں ہیں۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید کی اور اسے بے کم و کاست پیش کیا۔

لہ مسند احمد ۲۲۶/۱، مسیح بخاری کتاب الایمان باب الدین لیر (تعییقاً)

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی کا ایڈٹ اہم کتابے

## ایمان و عمل کا قرآنی تصور

الطاں احمد اعظمی

○ ایمان و عمل کے مروجہ تصور کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن و سنت کے نقطہ نظر کی مثال اور دلنشیں تشریع کرتی ہے۔ ○ ایمان و عمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔ افسوس کی طباعت۔ خوبصورت سروق۔ صفحات ۲۸۰۔ قیمت ۲۵ روپے لائبریری ایڈیشن۔ ۳۔ روپے  
محلہ کاپتا: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۰۰۲

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی کا سماں میں ترجمان

# تحقیقات اسلامی

علی گڑھ

اپریل 1999ء جون

—؛ ایڈیشن؛ —

سید جلال الدین عمری

پاٹ والی کوئی ہے دودھ پور علوی گڑھ

2000

J. Islamic Book Centre  
Jumia Complex N. R. Road  
BANGALORE-560002  
PHONE: 6700491